عہد بنو اُمیہ کے علوم وفنون اور رفاہ عامہ کی ترویج واشاعت کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of Banu Umayyad's Science and Arts and Promotion of Public Welfare

مقالہ نگار: **محمد شکیل**

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

Email: Muhammadshakil371@gmailc.om

معاون مقالہ نگاران: **ڈاکٹر آفتاب احمد**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی، شرینگل، دیر اپر

Dr.aftabahmad@sbbu.edu.pk

ڈاکٹر سید ایاز احمد شاہ

اسسٹنٹ پروفیسر، الغزالی یونیورسٹی، کراچی

ayazcancerian@gmail.com

ORCID ID: 0000-002-907-5015

Abstract

When the Prophet Muhammad (S.A.W) passed away in 632 AD, a series of four caliphs Khulafa Rashidīn followed Him. Under the supervision of Khulafa Rashidīn the Muslim army conquered Arabia Peninsula the shores of the Mediterranean and to the eastern reaches of Iran. However, after the assassination of Ḥazrat Ali, the fourth brave and well known caliph (656–61). Ameer M'uāwiya (661) the governor of Syria established the Umayyad dynasty, the first Islamic dynasty (661–750). During M'uāwiya's reign (661–680), the power was transferred from the Arabian Peninsula to Syria. Under M'uāwiya's successors, the important historical city of Damascus was the new capital of Umayyad dynasty. The Umayyad period is often considered the formative period in Islamic tradition in the field of Education art science and technology. At first, even though Arabic became the official language and Islam the principal religion of the diverse lands bring together under Umayyad rule. This article investigates the life history of Umayyad dynasty and their contribution in the field of Qur'an, Hadith Jurisprudence and public welfare services programs.

Key words: History, Qur'an, Hadith

خاندان بنو اُمیہ کا تعارف

قبیلہ قریش

سیّدنا حضرت اسمٰعیلؑ کا خاندان کئی قبیلوں میں تقسیم ہوا تھا جو کہ سرزمین عرب کے قرب وجوار میں رہائش پذیر تھے۔ ان تمام قبیلوں میں سب سے زیادہ مشہور قبیلہ قریش کا تھا۔ قریش مکہ معظّمہ میں آباد تھے۔ قبیلہ قریش خانہ کعبہ کی رکھوالی، اور متولی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

اس کے علاوہ زائرین کعبہ کی مہمان نوازی، پانی، خوراک، اور رہائش قبیلہ قریش کے سپرد تھیں ۔ کعبہ شریف کی مرمّت اور دوسرے اہم امور کی نگرانی قبیلہ قریش کی ذمہ داری تھی۔ اس وصف کی بناء پر یہ قبیلہ سرزمین عرب کے تمام قبیلوں میں معزّز اور ممتاز گردانا جاتا اور ہر قبیلہ ان کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ حضور ﷺ کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔

قریش کی وجہ تسمیہ

قریش ایک بحری جانور کا نام ہے جو اپنی قوت کی وجہ سے تمام جانوروں پر غالب رہتا ہے وہ جس جانور کو چاہتا ہے کھالیتا ہے مگر اسے کوئی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح قریش اپنی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے تمام عرب پر غالب تھے اس لئے قریش کے نام سے مشہور ہوئے[1]۔ عربی میں لفظ قریش کے متعدد معانی ہیں۔ اس کا ایک مآخذ تقریش اور تقرش ہیں جس کے معنی "اکتساب اور تحصیل" ہیں چونکہ اس قوم کا اصلی پیشہ تجارت تھا، اس لئے قریش کے نام سے موسوم ہے[2]۔

قریش کی شاخیں

قریش قبیلے کی چھوٹی بڑی دس شاخیں تھی۔

1: بنو ہاشم	2: بنو اُمیہ
3: بنو نوفل	4: بنو عبد الدار
5: بنو اسد	6: بنو تمیم
7: بنو مخزوم	8: بنو عدی
9: بنو عبد مناف	بنو سہم

یہ تمام شاخیں نسبی اعزاز میں قریب قریب برابر تھیں ان سب میں قریش کے نظام اجتماعی کا کوئی نہ کوئی عہدہ تھا۔ لیکن بنی ہاشم اور بنی اُمیہ دنیاوی وجاہت اور عظمت وشان میں ان سب میں ممتاز تھے[3]۔

خلافت بنو اُمیہ کا تعارف

اُموی الف کے پیش، میم کے زبر اور واؤ کے زیر کے ساتھ ہے جو کہ اُمیہ کی طرف نسبت ہے جس نسبت کی بہت سی جماعتیں ہیں۔ اس میں بنو امیہ بن عبد الشمس بن مناف بن قصیٰ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلیفہ بنے۔ وہ امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے منسوب ہیں۔ ان میں خلفاء، صحابہ، تابعین اور مسلمانوں کی اماموں کی کثرت ہے۔ قریش میں بنو عبد مناف کا کثرت تعداد اور شرافت کی بناء پر ایسا مقام تھا کہ قریش کی شاخوں میں سے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور ان کی دونوں شاخیں عبد مناف کی طرف نسبت پر فخر کرتی تھیں[4]۔

خلفائے راشدین کا دور نبوت ورسالت کا عکس تھا۔ اس کے بعد اُموی دور آیا جو خیر القرون میں شامل تھا۔ اس میں ہر طر خلافت راشدہ کے فیوض وبرکات عام تھے۔ سندھ سے لے کر افریقہ تک اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت برپا تھی۔ 41ھ میں بنو اُمیہ کی حکومت کا آغاز ہوا اور 132ھ میں خاتمہ ہوا یعنی ان کی خلافت کی مدت 92 سال رہی۔ ان 92 سال میں امیوں نے مغرب میں فرانس کے دروازے تک، مشرق میں

دیوار چین تک، شمال میں قسطنطیہ کی فصیلوں تک اور جنوب میں افریقہ کے وسطی ریگستانوں تک فتوحات حاصل کیں۔اس دور میں مجاہدین اسلام کی کوششوں سے ایشیا، یورپ اور افریقہ میں اسلام کی رونق عام ہوئی۔ اور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین نے مفتوحہ ممالک کے ہر شہر اور قصبے میں علوم اسلامیہ کی ترویج کی اور قرآن و سنت کی روح ہر طرف مسلمانوں میں یقین و عمل پیدا کر رہی تھی۔ الغرض اُموی دور سراسر اسلامی دور تھا[5]۔ خلافت راشدہ میں پہلے دو خلیفہ نہ بنی ہاشم سے تھے اور نہ بنی اُمیہ سے۔ان دونوں کی خلافت کا زمانہ خلافت راشدہ کا بہترین نمونہ تھا۔ تیسرے خلیفہ بنو امیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور چھوتے بنو ہاشم کے خاندان سے تھے۔خلافت راشدہ کے آخری نصف زمانے میں قبیلہ بنو ہاشم اور بنو امیہ دونوں قبیلوں کے حلیف تخت پر قائم رہے۔ پہلے نصف زمانے کے مقابلے میں یہ آخری نصف زمانہ ناکام زمانہ کہا جا سکتا ہے۔اگرچہ یقیناً بعد کی خلافتوں سے اچھا تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام ہی بر سر حکومت تھے اور اکثر صحابہ کرام دنیا میں زندہ موجود تھے۔ خلافت اور حکومت اگر کسی خاص قبیلے اور خاص خاندان کا حق ہوتا تو حضور ﷺ بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور کو صوبوں اور ولایتوں کی حکومت میں عامل بنا کر نہ بھیجتے۔اور بنو ہاشم کے علاوہ کسی اور کو فوجوں کی سپہ سالاری عطا نہ فرماتے۔ لیکن آپ ﷺ نے فوج کی سپہ سالاری یا کسی ولایت کی حکومت پر بہت ہی کم ہاشمیوں کو مامور فرمایا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ لوگوں کو سرداریاں اور حکومتیں ان کی ذاتی قابلیت کو دیکھ کر عطا فرمائیں۔اور حکومت اور سرداری کے لئے کسی خاندان یا قبیلے سے تعلق رکھنے کو جائز استحقاق نہیں سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ دربار نبوی ﷺ سے غلاموں تک کے لئے اکابر قریش کی سرداری اور عظیم الشان فوجوں کی سپہ سالاری محض قابلیت کے سبب حاصل ہو سکتی تھی۔قبیلہ بنو امیہ اور بنو ہاشم دونوں میں سے ہر ایک ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ بنو امیہ نے ابتداً حضور ﷺ (جو بنو ہاشم میں سے تھے) کی زیادہ مخالفت کی اور بنو ہاشم سے نسبتاً آپ ﷺ زیادہ کو امداد پہنچی۔ جب ملک عرب سے مشرک لوگوں کی بیخ کنی ہو گئی اور ان لوگوں کے بڑے بڑے مشرک لوگ قتل ہو گئے اور باقی خوش نصیب اسلام میں داخل ہو گئے تو ایک کافی تعداد باہمت اور قابل آدمیوں کی ان مسلمان ہو جانے والی بنو امیہ میں موجود تھی۔ جن کی قدردانی حضور ﷺ نے ضروری سمجھی۔ چنانچہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو امان کے معاملے میں کعبہ کا ہمسر ٹھرا کر انہیں خوش کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت رضوان ہوئی جو حضور ﷺ کے داماد اور بنو اُمیہ میں سے تھے۔ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی امیر المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنو اُمیہ کے قبیلے سے تھی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔ حضور ﷺ نے ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو نجران کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچا عثمان بن ابو العارض اللہ عنہ کو طائف اور ان کے متعلقات کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ بھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو بحرین اور عمان کا حاکم مقرر فرمایا۔ فتح مکہ کے دن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ ابو سفیان کے چچا مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ نے نجران کا حاکم مقرر فرمایا۔ بنو اُمیہ پہلے ہی اپنی ذاتی قابلیتوں کی وجہ سے اسلامی مملکت کا ایک لازمی جزو بنے ہوئے تھے۔[6] بنو اُمیہ کو عہد رسالت کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں بھی نمایاں مقام حاصل رہا۔ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے تمام گھر والوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں شام کی جنگوں میں بڑے کارنامے دکھائے۔ ابو سفیا ن رضی اللہ عنہ کی بیوی ہند بنت عتبہ کے دونوں بیٹوں یزید اور معاویہ نے اس جہاد میں شرکت کی۔ شام کے ساحلی علاقوں کی مہم میں یزید کی ماتحتی میں مقدمۃ الحسین کی کمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھی۔ آپ نے اس مہم میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ رومیوں

نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری عہد میں شام کے بعض مقامات واپس لے لیئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دوبارہ زیر نگیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو دمشق کی فتح کے بعد یہاں کا حاکم بنایا اور ان کے بڑے بھائی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو ان کے وفات کے بعد اس کا عامل عامل مقرر کیا۔ حضرت عثمان نے امیر معاویہ کو اپنے عہد خلافت میں پورے شام کا والی مقرر کیا۔ غرضیکہ دور فاروقی اور دور عثمانی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے خون کا بدلہ لینے کا دعویٰ لے کر اٹھے اور حضرت علی سے مقابلہ ہوا[7]۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام، مصر اور شمالی افریقہ کی حاکمیت دے دی گئی اور حضرت علی کو حجاز، عراق اور مشرقی علاقے مل گئے۔ ایک خارجی عبد الرحمٰن ابن ملجم نے 656ء میں 17 رمضان المبارک کو نماز فجر سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خنجر کے وار کر کے زخمی کر دیا اور حملے کے تیسرے دن خالق حقیقی سے جا ملے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب کیا گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان چند شرائط پر کیا۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر انتظام ساری اسلامی سلطنت آ گئی[8]۔

بنو اُمیہ کی حکومت کا رقبہ

بنو امیہ کا رقبہ حکومت اندلس کے آخری گوشوں سے لے کر سندھ تک پہنچتا تھا۔ اور ادھر بلاد روم سے شروع ہو کر چین کے دیواروں تک ختم ہوتا تھا- اور گویا اس وقت دمشق کا پایہ خلافت افریقہ اور ایشیا کے برہائے اعظم کا مرکز تھا[9]۔

بنو اُمیہ کا منصب

قریش میں ان دو عہدوں کی بڑی اہمیت تھی، کعبہ کی نگرانی اور عقاب کی علمداری۔ کعبہ کے منتظم کو بڑا بزرگ سمجھا جاتا اور جو قریش کے قومی نشان عقاب کا علمدار ہوتا وہ بڑا ہی معزز مانا جاتا۔ اس دوسرے منصب کے لئے بھی قریش نے عبد مناف کو منتخب اور بنو مخزوم سے عقاب کی علمداری لے کر عبد شمس کے بڑے بیٹے اُمیہ کے سپرد کی۔ جو اُمیوں میں عہد جاہلیت تک منتقل ہوتا رہا[10]۔ بنو اُمیہ صرف قریش کے قائد اور سپہ سالار نہ تھے بلکہ یہ دوسرے قریش خاندانوں کی طرح صاحب مال اور تجارت پیشہ بھی تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ خاندان تجارت میں بھی سارے قریش کا لیڈر اور قائد تھا۔ تجارت کی وجہ سے بنو اُمیہ کی مالی پوزیشن بھی بہت مضبوط تھی اور مکہ کے مالدار لوگوں میں اکثریت انہی کی تھی۔

خاندان بنو اُمیہ کے حکمران

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے خلافت بنو اُمیہ کی بنیاد 41ھ میں رکھی۔ اور مروان بن محمد بن مروان پر اس کا اختتام 132ھ میں ہوا۔ یعنی ان کی خلافت کی مدت 92 سال بنتی ہے۔ جو خلفاء ان 92 سال میں خلافت کی کرسی پر فائز ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے:

خلفائے بنو اُمیہ	مدت خلافت
1۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ	41ھ تا60ھ (بیس سال)
2۔ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ (یزید اول)	60ھ تا64ھ (تین سال آٹھ ماہ چودہ دن)
3۔ معاویہ بن یزید (معاویہ ثانی)	64ھ تا64ھ (ایک ماہ گیارہ دن)
4۔ مروان بن الحکم	64ھ تا65ھ (آٹھ ماہ دو دن)
5۔ عبد الملک بن مروان	65ھ تا85ھ (اکیس سال ڈیڑھ ماہ)
6۔ ولید بن عبد الملک	86ھ تا96ھ (نو سال آٹھ ماہ)
7۔ سلیمان بن عبد الملک	96ھ تا99ھ (دو سال پندرہ دن)
8۔ عمر بن عبد العزیز	99ھ تا101ھ (دو سال پانچ ماہ پانچ دن)
9۔ یزید بن عبد الملک (یزید ثانی)	101ھ تا105ھ (چارہ سال تیرہ دن)
10۔ ہشام بن عبد الملک	105ھ تا125ھ (اکیس سال نو ماہ نو دن)
11۔ ولید بن یزید (ولید ثانی)	125ھ تا126ھ (ایک سال تین ماہ)
12۔ ابو خالد یزید بن ولید (یزید ثالث)	126ھ تا127ھ (دو ماہ دس دن)
13۔ ابراہیم بن ولید بن عبد الملک	126ھ تا127ھ (چند دن)
14۔ مروان بن محمد بن مروان	127ھ تا132ھ (پانچ سال دس دن)

فتوحات کی کثرت

جو فتوحات اُموی دور میں ہوئیں اسلامی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اگرچہ خلافت راشدہ میں بہت فتوحات ہوئی تھیں۔ اسلامی قلم میں ایران، شام اور مصر شامل ہوئے۔ لیکن طرابلس، طنجہ، اندلس، چین، ہند، روم، قسطنطیہ، عراق، تیونس، مراکش، خراسان، توران، طبرستان، جرجان، سجستان اور افغانستان بنو امیہ کے دور میں اسلام کے زیر نگیں آگئے۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور میں بہت زیادہ فتوحات ہوئیں جس کا دور حکومت 86ھ تا96ھ تک محیط ہے۔ جنگی آلات کے کارخانے خلفائے بنو امیہ نے قائم کئے۔

خلافت بنو اُمیہ میں علوم وفنون اور رفاہ عامہ کی ترویج واشاعت

علوم وفنون اور رفاہ عامہ کی ترویج واشاعت میں خلفائے بنو اُمیہ پیش پیش تھے۔

قرآن حکیم کی قراءت و تفسیری خدمات

قرآن مجید جو تمام علوم کا سرچشمہ ہے اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانے تک مرتب و مدون ہو چکا تھا۔ لیکن اعراب اس پر نہیں لگائے گئے تھے۔ اس کی قرءات تو عربوں کے لئے مشکل نہ تھی لیکن اس کی قراءت میں عجمی لوگوں کے لئے دشواری پیش آتی تھی۔ اس پر اعراب حجاج بن

یوسف نے لگائے۔ بنواُمیہ کے دور میں فن تفسیر رائج ہوا اور بڑے بڑے مفسرین کرام انہی کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ سعید بن جبیر نے عبد الملک بن مروان کے حکم سے تفسیر کی پہلی کتاب لکھی ۔ یونانی علوم وفنون کے تراجم کی ابتداء بنواُمیہ کے دور میں ہوئی۔ مولانا عبد السلام لکھتے ہیں: ابن اثال نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یونانی زبان سے طب کی متعدد کُتب کے ترجمے عربی زبان میں کیے[11]۔

اُصول لغت فقہ وحدیث

دورِ بنواُمیہ میں حدیث و فقہ کے علمی حلقے منعقد ہوتے، جہاں علمی اشتیاق رکھنے والے حضرات اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے جوق در جوق شریک ہوتے۔ اُموی دور میں شام، عراق اور حجاز اسلامی فقہ کے اہم مراکز تھے۔ شام اور عراق ان دونوں جگہوں کا مشرقی عالمِ اسلام خصوصاً ہندوستان سے انتظامی تعلق تھا۔ اس لیے یہاں شام و عراق کے فقہی مسلک کو ان ملکوں میں قبولِ عام حاصل ہوا۔ عراق کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے سلسلے میں حضرت ابراہیم نخعیؒ (۹۶ھ)، حماد بن سلیمانؒ (۱۱۰ھ)، امام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) وغیرہم حضرات کتاب وسنت کی روشنی میں احکام مرتب کررہے تھے اور شام میں امام مکحولؒ (۱۱۳ھ)، امام ابن شہاب زہریؒ (۱۲۴ھ) اور امام اوزاعیؒ (۱۵۹ھ) اپنے اپنے انداز سے حدیث وفقہ کی تعلیم وتدریس میں مشغول تھے۔ حجاز میں فقہائے سبعہ اور ان کے شاگرد و منتسبین اسلامی فقہ کی تشریح وتدوین کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ ان علما کو حکومتِ وقت کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ لسانی وادبی علوم کے حوالے سے بھی بنواُمیہ کا دور مثالی تھا۔ خود اُموی خلفا و اُمراء عربی روایات کے حامل تھے۔ زبان و ادب کا پورا پورا لحاظ کرتے۔ ولید بن عبد الملک کی عربیت پر دسترس قدرے کمزور تھی تو اُس کے والد عبد الملک بن مروان نے سرزنش کرتے ہوئے اُسے کہا: ’’انّهٗ لا یلی العرب إلاّ من یحسن کلامهم [12]۔ "وہی شخص عربوں کا والی وامیر ہوسکتا ہے، جو حسنِ کلام رکھتا ہو"۔ بنواُمیہ کو اُصول لغت فقہ و علم حدیث کی تدوین وتالیف کا شرف بھی حاصل ہے۔ بنواُمیہ کے دور حکومت میں اصول لغت کی تدوین بھی ہوئی۔ چنانچہ زیاد بن اُمیہ سے ابو اسود الدولی نے اصول نحو کے مرتب کرنے کی اجازت چاہی اس نے تو پہلے انکار کر دیا، مگر بعد میں اجازت دے دی۔ خلافت بنواُمیہ کو اُصول لغت میں حد درجہ دلچسپی تھی۔ تاریخ الخلفاء میں جلال لدین سیوطیؒ رقم طراز ہیں: ولید کو اس اس کے باپ عبد الملک نے بہت بڑے ناز سے پالا تھا۔ اس لئے وہ نہ پڑھ سکا۔ روح بن زنباع کہتے ہے کہ ایک مرتبہ عبد الملک سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس کو بہت زیادہ افسردہ پایا۔ وجہ دریافت کرنے پر وہ بولا کہ میں اپنا جانشین کس کو منتخب کرلو کیونکہ میرا بیٹا تو ان پڑھ ہے اور اس کو علم نحو سے کوئی واقفیت نہیں۔ ولید نے ہماری گفتگو سُن کر اس وقت سے علم حاصل کرنے کی ٹھان لی[13]۔

تاریخ ادب اور شعر وشاعری

سب سے پہلے تاریخ، شعر و ادب کی کتابیں بنواُمیہ کے زمانے میں تصنیف ہوئی اور انہی کے دور حکومت میں فن تاریخ کی تدوین وترتیب ہوئی، ایک طرف امام ذہبی، امام ابن منبہ، محمد بن مسلم الزہری، موسیٰ بن عقبہ، اور عوانہ جو سیر ومغازی کے بڑے بڑے علماء تھے، انہی کے زمانے میں ان فنون سے متعلق کتابوں کی تدوین وتالیف میں مصروف تھے۔ دوسری طرف فن تاریخ کے ساتھ خلفائے بنواُمیہ خود نہایت دلچسپی رکھتے تھے[14]۔

رفاہی کام

خلفائے بنو اُمیہ نے فتوحات کے ساتھ ساتھ رفاہی کاموں کی طرف بھی توجہ کی جس کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

زمین کی پیائش اور عمارتوں کی تعمیر

حضرت عمر بن خطاب نے سب سے پہلے زمین کی پیائش کرائی تھی، اس کے بعد اس کی طرف توجہ کسی خلیفہ نے بھی نہی کی۔ یزید بن عبد الملک پہلا شخص ہے جس نے اس کی طرف توجہ کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں عمارتوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو عمارتیں ولید نے تعمیر کئے ان میں مسجد اقصیٰ، جامع مسجد دمشق، اور مسجد دمشق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سلیمان بن عبد الملک نے مختلف قسم کے جدید کارنامے کئے اور رملہ شہر آباد کیا[15]۔

زرعی نہروں کے کھدائی کا قیام

نظام آبپاشی کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انتہائی ترقی دی۔ زمینوں کی سیرابی کے لیے خلافائے بنو اُمیہ نے نہریں کھدوائی تاکہ ان سے غلہ اُگایا جائے اور غلے کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔ اس کا باقاعدہ آغاز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں متعدد نہریں کھدوائی تاکہ پانی کا جو مسئلہ ہے وہ حل کیا جائے۔ جو نہریں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جاری کروائیں ان میں نہر کظامہ، نہر ازرق، اور نہر شہراء وغیرہ کا نام وفاالوفاء اور خلاصۃ الوفاء میں مذکور ہے۔ میٹھے پانی کے چشمے جاری کیے تاکہ لوگ کڑوے پانی کے بجائے میٹھے پانی سے اپنی پیاس کو بُجھائے۔ اسی طرح بصرہ میں بھی نہریں کھدوائیں[16]۔

راستوں کی ہمواری

عرب ایک سنگستانی مقام ہے جہاں دشوار گزار راستے ہیں۔ ولید نے جہاں رفاہ عامہ کے بہت سے کام کئے، اسی سلسلے میں عرب کے تمام راستے اس نے ہموار کرائے اور ان میں کنویں کھدوائے تاکہ لوگوں کو دوران سفر مشکلات کا سامنا نہ ہو۔

شفاخانوں اور مہمان خانوں کا قیام

ولید رفاہ عامہ کے کاموں میں پہلا فرمانرواں ہے جس نے مریضوں کے لیے شفاخانوں اور طبی مراکز کا اہتمام کیا تاکہ رعایہ کو علاج معالجے اور طبی سہولتوں کو ممکن بنایا جائے۔ سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لئے مہمان خانہ تعمیر کرادیا، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی اور بعد میں ولید نے بھی مہمان خانے تیار کرا کے اس سنت راشدہ کو قائم رکھا[17]۔

فقراء بے کس اور اپاہج لوگوں کے وظائف

ولید نے جزامیوں، اندھوں اور فقیروں کے وظائف جاری کئے اور یتیموں کی تعلیم وتربیت کے لئے معلمین مقرر کئے، ہر اندھے کے لئے ایک آدمی متعین کیا، جو اس کو راستہ دکھاتا تھا، ہر اپاہج کو ایک خادم دیا جو اس کی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔

ڈاک خانوں کے انتظامات اور دیوان الخاتم کا قیام

ڈاک کا کوئی انتظام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے پہلے نہ تھا جس کی وجہ سے تیزی کے ساتھ ملکی اور فوجی خبریں نہیں پہنچ سکتی

تھیں۔اس غرض سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مختلف مقامات پر تیز دوڑنے والے گھوڑے مقرر کئے جن کے ذریعے خبر پہنچانے میں نہایت آسانیاں پیدا ہو گئیں۔جو احکام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے پہلے خلفاء صادر کرتے تھے، وہ بالکل بے ضابطہ ہوتے تھے۔جس کی بناء پر بدیانتی کا موقع لوگوں کو مل سکتا تھا۔یہی طریقہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی کچھ دنوں جاری رہا، لیکن انہوں نے ایک بار ایک شخص کو ایک لاکھ درہم دلوائے اور اُس کے لئے زیاد کے نام حکم لکھا، وہ فرمان لے کر چلا تو ایک لاکھ کے بجائے دولاکھ بنادیئے، جب بعد کو زیاد نے حساب پیش کیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر گرفت کی اور اس شخص سے ایک لاکھ کی مذید رقم واپس لی، اس واقعہ کے بعد بادشاہی احکام کی درستگی کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک خاص محکمہ قائم کیا جس کا نام دیوان الخاتم رکھا۔اس محکمہ کے بعد جو حکم نامہ صادر ہوتا تھا اس کی باضابطہ نقل کی جاتی، اور اس پر مہر لگائی جاتی تھی، جس سے کسی کو بدیانتی کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔عرب ممالک کے علاوہ دوسرے مفتوحہ ممالک کی زبان فارسی تھی اور فارسی زبان میں خط وکتابت جاری وساری تھی۔لیکن جب عبدالملک ابن مروان تخت نشین ہوا تو اُنھوں نے عربی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیا اور تمام خط وکتابت کو عربی زبان میں رائج کرنے کا حکم دیا۔جو محکمے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قائم کئیں ان میں فارسی زبان رائج تھی۔لیکن جب عبدالملک کا دور حکومت آیا تو اس نے تمام صیغوں کی زبان عربی کر دی۔اور یہ پہلا دن تھا کہ عربی زبان کو سرکاری زبان ہونے کا شرف حاصل ہوا[18]۔

صنعت وحرفت کی ترقی

سلیمان بن عبدالملک نہایت خوش پوشاک اور نہایت جامہ زیب تھا، وہ نہایت رنگین، نہایت باریک اور نہایت منقش کپڑے پہنتا تھا، اور اسی قسم کے کپڑے اپنے خاندان، اپنے عمال اور اپنے ملازمین تک کو پہناتا تھا، جس کے نتیجے میں اس کے زمانے میں اس کپڑوں کا شوق عام ہو گیا، اور ان کی صنعت میں غیر معمولی ترقیاں اور ایجادیں ہوئیں۔ تمام اسلامی ممالک میں عبدالملک کے زمانے سے پہلے رومی سکّے جاری تھے، عبدالملک پہلا شخص ہے جس کے زمانے میں ٹکسال قائم کی گئی اور سکّے اس میں ڈالے گئے۔[19]

خلاصۃ البحث

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے خلافت بنو اُمیہ کی بنیاد 41ھ میں رکھی۔اور مروان بن محمد بن مروان پر اس کا اختتام 132ھ میں ہوا۔یہ خلافت 92سال کی مدت پر محیط ہے۔اس دور میں بنو امیہ نے نہ صرف یہ کہ دنیا کے بیشتر حصے کو فتح کیا بلکہ ان میں علوم وفنون اور رفاہ عامہ کی ترقی سے بھی مالامال کیا۔بنو امیہ نے صرف اسلامی علوم اور ثقافت کو ترویج نہیں دیا بلکہ یونانی علوم کو بھی از سر نو زندہ کیا۔بنو امیہ نے عربی زبان وادب، شعر وشاعری ، قرآن وحدیث کی ترویج اور علم فقہ واصول فقہ کا وہ سرمایہ اس امت کو دیا جو تا قیامت امت ان کا احسان مند رہے گا۔

حوالہ جات

1: ابن حجر عسقلانی، فتح الباری: ج 1: ص: 388، باب، مناقب قریش، عمران عظیم ایڈوکیٹ، آئینہ قریش، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی، علی گڑھ، ممبئی، اکتوبر 2004ء۔ ص22۔

2: ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی، قرآن کریم کی روشنی میں شخصیات، اقوام اور مقامات، مکتبہ القرآن، 2011ء۔ ص: 54۔

3 : شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام (اول ودوم)، مکتبہ رحمانیہ، اشاعت دوم 2008ء۔ ص309۔

4: الاستاد ماہر محمد جیجان الدیمی، عہد بنو امیہ میں علم الانساب، معہد ملت، گولڈن نگر، مالیگاؤں ضلع ناسک، فروری 2011ء، ص54۔

5 : مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، خلافت امویہ اور ہندوستان، ندوۃ المصنّفین اردو بازار جامع مسجد دہلی، 1975ء، ص29۔

6: مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، مکتبہ انعامیہ، اشاعت اول 2009ء، ص13۔

7: ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری، عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات (فنی فکری اور تاریخی مطالعہ)، اردو بازار لاہور۔ ص5۔

8: احسان اللہ ثاقب، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، اُردو بازار لاہور۔ ص922۔

9: مولانا عبد السلام ندوی، سیرت عمر بن عبد العزیز،، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی، دسمبر 1973ء، ص۱۵۔

10: سلام اللہ صدیقی، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات، تخلیقات لاہور، 1968ء، ص13۔

11: عبد الرشید اعراقی، عمر بن عبد العزیزؒ (منہج خلافت راشدہ کا ایک روشن باب)، بیعت الحکمت لاہور، 2009ء۔ ص182۔

12: فہرست ابن الندیم، ص318۔

13: عبد الرشید اعراقی، عمر بن عبد العزیزؒ (منہج خلافت راشدہ کا ایک روشن باب)، ص188، تاریخ الخلفا، ص:344

14: عبد السلام ندوی، سیرت عمر بن عبد العزیز، ص229۔

15: عبد الرشید اعراقی، عمر بن عبد العزیز (منہج خلافت راشدہ کا ایک روشن باب)، ص:184۔

16: لامہ بلاذری، فتوح البلدان، ص:144

[17]: عبد الرشید اعراقی، عمر بن عبد العزیزؒ (منہج خلافت راشدہ کا ایک روشن باب) ص184۔

[18] : ایضاً، ص:185

19: عبد السلام ندوی، سیرت عمر بن عبد العزیز، ص:221 ۔